Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Distortion in the Hadith Concept and Methods of Interpretation in Mirza Ghulam Ahmad Qadiani's Thought: A Critical and Analytical Study

مرزا غلام احمد قادیانی کے نظریۂ حدیث اور مناہجِ تاویل میں تحریف: تنقیدی و تجزیاتی جائزہ

Authors Details

1. **Asad Raza** (Corresponding Author)
   PhD Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur Campus, Punjab, Pakistan.
   Email: asad99895@gmail.com
2. **Dr. Safia Bibi**
   Lecturer, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Rahim Yar Khan Campus, Punjab, Pakistan.

Citation

Raza, Asad, and Dr. Safia Bibi. "Distortion in the Hadith Concept and Methods of Interpretation in Mirza Ghulam Ahmad Qadiani's Thought: A Critical and Analytical Study." *Al-Marjān Research Journal*, 2, no.3, Oct-Dec (2024): 618– 636.

Submission Timeline

Received: Nov 06, 2024
Revised: Nov 25, 2024
Accepted: Dec 02, 2024
Published Online: Dec 11, 2024

Article QR

Publication, Copyright & Licensing

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
All Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

Distortion in the Hadith Concept and Methods of Interpretation in Mirza Ghulam Ahmad Qadiani's Thought: A Critical and Analytical Study

مرزا غلام احمد قادیانی کے نظریۂ حدیث اور مناہجِ تاویل میں تحریف: تنقیدی و تجزیاتی جائزہ

☆ اسد رضا　　☆ ڈاکٹر صفیہ بی بی

Abstract

This research critically examines the concept of Hadith and the interpretative methodologies adopted by Mirza Ghulam Ahmad Qadiani (1835–1908), the founder of the Ahmadiyya movement, with a specific focus on the issue of distortion (*tahrif*) in meaning and application. The study explores how Qadiani thought redefines the authority and authenticity of Hadith, positioning the Qur'an as the supreme and decisive source for all religious matters, while categorizing Hadith into "authentic," "weak," and "fabricated" according to his own interpretive framework. Special attention is given to his theological stance that a prophet possesses the discretion to accept or reject Hadith from the corpus, as well as his differentiation between *Hadith* and *Sunnah*, where Sunnah is limited to practices directly performed by the Prophet Muhammad ﷺ, regardless of prior prophetic traditions. This paper further analyzes the Ahmadiyya use of Hadith in supporting their controversial views on prophethood and the finality of Muhammad ﷺ, comparing these interpretations with mainstream Islamic scholarship. The phenomenon of *meaningful distortion* (*ta'wil*) is addressed, assessing claims from both Ahmadi and orthodox perspectives. By engaging with primary sources such as *Barahin-e-Ahmadiyya*, *Fath-e-Islam*, *Izala-e-Auham*, and *Tadhkirah*, the research highlights the theological, methodological, and doctrinal implications of Qadiani hermeneutics on contemporary Islamic discourse. The study concludes by underscoring the need for scholarly vigilance in preserving the integrity of Hadith sciences and countering interpretive approaches that deviate from established Islamic methodology.

Keywords: Ahmadiyya, Qadianis, Hadith, interpretation, theological positions, semantic distortion.

تعارف موضوع

مرزا غلام احمد قادیانی (1835–1908) کا نظریۂ حدیث برصغیر کی مذہبی تاریخ میں ایک منفرد اور متنازعہ مقام رکھتا ہے۔ جماعت احمدیہ کے بانی کی حیثیت سے انہوں نے احادیث نبویہ ﷺ کے بارے میں ایک مخصوص فکری و تفسیری منہج اختیار کیا، جو روایتی اہلِ سنت و اہلِ تشیع نقطہ نظر سے مختلف ہے۔ مرزا قادیانی نے قرآن کو تمام دینی مسائل کا قطعی اور محفوظ ماخذ قرار دیا اور حدیث کو اس کے تابع سمجھا۔ انہوں نے احادیث کو تین اقسام میں تقسیم کیا: صحیح، ضعیف / مشکوک، اور من گھڑت، اور ان اقسام کی تعیین میں ذاتی اجتہاد اور تاویل کو بنیادی معیار بنایا۔ اس کے

☆ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، کیمپس بہاولپور، پنجاب، پاکستان۔
☆ لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، کیمپس رحیم یار خان پنجاب، پاکستان۔

علاوہ، انہوں نے اپنی وحی کو حدیث کے ہم پلہ اہمیت دی اور نبی کو یہ حق دیا کہ وہ ذخیرۂ حدیث سے جو چاہے قبول یا رد کر سکے۔ اس طرزِ فکر نے نہ صرف حدیث کے مروجہ اصولِ تحقیق کو چیلنج کیا بلکہ سنت و حدیث کے مفہوم میں بھی نیا زاویہ پیش کیا۔ اس تحقیق میں مرزا قادیانی کے نظریات، ان کے مناہج تاویل، اور ان میں موجود تحریفات کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے، تاکہ اس کے فکری و اعتقادی اثرات کا جامع جائزہ لیا جا سکے۔

تحریف کی تفہیم:

"تحریف" عربی زبان کا لفظ ہے، جو "حَرَّفَ، يُحَرِّفُ، تَحْرِيفًا" سے ماخوذ ہے۔ اس کا لغوی مطلب ہے: کسی چیز کو اس کی اصل جگہ سے ہٹا دینا " یا "بدل دینا، مائل کرنا، جھکا دینا۔ لسان العرب میں ہے:

"الحَرفُ من كل شيءٍ طرفُه، وحَرَّفَ الشيءَ: غَيَّره عن موضعه أو معناه"[1]

یعنی "کسی چیز کو اس کے اصل مقام یا معنی سے ہٹا دینا تحریف کہلاتا ہے"۔

تحریف کی اصطلاحی تعریف مختلف سیاق و سباق میں تھوڑے فرق کے ساتھ بیان کی جاتی ہے، خصوصاً مذہبی متون (آسمانی کتب وغیرہ) کے حوالے سے۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی، آسمانی کتاب یا دینی احکام میں دانستہ طور پر تبدیلی کرنا، خواہ وہ تبدیلی الفاظ میں ہو یا معانی میں۔

تحریف کی اقسام:

علماء نے تحریف کی عمومی طور پر دو بڑی اقسام بیان کی ہیں:

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"التحريف نوعان: تحريف اللفظ وتحريف المعنى، وكلاهما مذموم"[2]

(تحریف کی دو قسمیں ہیں: لفظی اور معنوی، اور دونوں ہی قابل مذمت ہیں۔)

تحریفِ لفظی: کسی کلام کے الفاظ میں تبدیلی کرنا۔ مثلاً الفاظ حذف کرنا، اضافہ کرنا، یا ترتیب بدل دینا۔

تحریفِ معنوی: الفاظ کو توبر قرار رکھنا، لیکن ان کا مطلب اور مفہوم جان بوجھ کر غلط انداز میں بیان کرنا یا بدل دینا۔

قرآن میں تحریف کا ذکر:

قرآن مجید میں اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے بارے میں تحریف کا ذکر آیا ہے:

سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ"[3]

(حالانکہ ان میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اللہ کا کلام سنتا ہے، پھر سمجھنے کے بعد اسے بدل ڈالتا ہے، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔)

اور پھر سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:

"مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ"[4]

(یہودیوں میں سے کچھ لوگ (اللہ کے) کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔)

---

[1] Ibn Manẓūr, Afrīqī, *Lisān al-ʻArab* (Bayrūt: Dār aṣ-Ṣādir, 1375 AH/1956), 9:55.
[2] Ibn Taymiyya, Aḥmad ibn ʻAbd al-Ḥalīm, *Al-Jawāb aṣ-Ṣaḥīḥ liman Baddal Dīn al-Masīḥ* (As-Saʻūdiyya: Dār al-ʻĀṣima, 1419 AH/1999), 1:44.
[3] Al-Baqara, 2:75
[4] An-Nisā', 4:46.

مرزا غلام احمد (1326ھ) کا نظریہ حدیث:

مرزا غلام احمد قادیانی (1908ء / 1326ھ) اپنے آسمانی دعووں سے پہلے غیر مقلد مسلک کا تھا۔ مولانا شیخ محمد حسین بٹالوی سے اس کے بہت قریب کے تعلقات تھے۔ مرزا صاحب کسی امام کے مقلد اور پیرو نہ تھے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا صاحب کا انجام دیکھتے ہوئے پھر سلف کی طرف لوٹے۔ اور اتباع سلف پر زور دیا۔ آپ نے اپنے رسالہ "اشاعۃ السنہ" میں اس سلسلہ میں ایک تاریخی بیان بھی دیا جو ایک بلند پایہ موعظ عبرت ہے۔ اسے "اشاعۃ السنہ" 1888ء کی اشاعت میں ملاحظہ کریں۔[5]

مرزا غلام احمد نے آزاد روی سر سید احمد خاں سے ورثہ میں لی تھی اور اس کا مطالعہ حدیث محدثین کی طرز پر نہ تھا۔ نہ علم حدیث میں اس کی کہیں با قاعدہ تعلیم ہوئی تھی۔ حدیث میں شروع سے ذوق علمی نہ رکھتے تھے نہ علم حدیث پر ان کی فنی نظر تھی۔ وہی حال تھا جو عام غیر مقلدین کا ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا نکاح غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی نے پڑھا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ ان کی کتابوں میں حدیث کے حوالے بھی ملتے ہیں مگر انہی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ علم حدیث میں آپ کس درجہ کے طالب علم تھے۔ ان کا حدیث سے برتاؤ ایک طالب علم کے طور پر تھا اور وہ ایک عامی کے انداز میں حدیث کے حوالے دیتے تھے۔ ان کی اس قسم کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ علم حدیث نہ انہوں نے کسی محدث سے پڑھا تھا اور نہ کسی محقق سے فن روایت کے علل و غوامض کو وہ سمجھے ہوئے تھے۔ کتب حدیث کئی اقسام پر ہیں۔ بعض کتابوں کے مؤلفین نے اپنی کتابوں میں صحیح حدیث لانے کا التزام کیا ہے انہیں "الصحیح" کہتے ہیں۔ ان کے مؤلفین اپنی ان کتابوں میں اصالۃً کوئی ایسی حدیث نہیں لائے جو ان کے نزدیک صحیح نہ ہو اور ان کی شرطوں پر پوری نہ اترے۔ "صحیح البخاری" اور "صحیح مسلم شریف" اس درجے کی کتابیں ہیں اور اصولاً صحیح ہیں۔ آپ نے ان کتابوں کے لیے صحیح کا لفظ پڑھا اور سنا ہو گا لیکن "صحیح ابن ماجہ" اور "صحیح نسائی" یا "صحیح احمد" سے آپ کے کان نا آشنا ہوں گے۔ ان کتابوں کو عام طور پر "سنن ابن ماجہ" "سنن نسائی اور مسند امام احمد" کے ناموں سے ذکر کرتے ہیں۔ "ترمذی" کے ساتھ آپ نے "جامع" کا نام بھی پڑھا ہو گا۔ لیکن "جامع ابی داؤد" کبھی نہ سنا ہو گا۔ علماء عام طور پر اسے "سنن ابی داؤد" کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔ احادیث کے بارے میں مرزا غلام احمد قادیانی کا پہلا موقف، وہ لکھتا ہے کہ:

> (ہم اس امر کو بھی اسی محک سے آزمائیں گے کہ وہ حدیث قولی یا فعلی قرآن کریم کی حسب آیۃ میں: فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ۔ وہ حدیث قولی یا فعلی قرآن کریم کی کسی صریح اور بین آیت سے مخالف تو نہیں۔ اگر مخالف نہیں ہو گی تو بسر و چشم قبول کریں گے اور اگر بظاہر مخالف نظر آئے گی تو ہم فی الوسع اس کی تطبیق اور توفیق کے لیے کوشش کریں گے اور اگر ہم باوجود پوری کوشش کے اس امر کی تطبیق میں ناکام رہیں گے اور صاف صاف کھلے طور پر ہمیں مخالف معلوم ہو گی تو ہم افسوس کے ساتھ اس حدیث کو ترک کر دیں گے۔)
>
> (اگر کوئی حدیث بخاری یا مسلم کی ہے لیکن قرآن کریم کے کھلے کھلے منشاء سے برخلاف ہے تو کیا ہمارے لیے یہ ضروری نہیں ہو گا کہ ہم اس کی مخالفت کی حالت میں قرآن کریم کو مقدم قرار دیں؟ پس آپ کا یہ کہنا کہ احادیث اصول روایت کی رو سے ماننے کے لائق ہیں یہ ایک دھوکہ دینے والا قول ہے۔)[6]

---

[5] Baṭṭālawī, Muḥammad Ḥusayn, *Risāla ʿIshāʿat al-Sunna ʿĀlamīn bi al-Ḥadīth Lafẓ Ghayr Muqallid yā Lā Madhhab* (Lāhawr: Dār al-Ishāʿat, 1888 CE), 11: 220.

[6] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazāʾin (Mubāḥatha Ludhiyāna)* (India: Islam International Publications, Qadian, 1429 AH/2008), 4:13–14.

مزید ایک مقام پر لکھا کہ:

(الغرض میرا مذہب یہی ہے کہ البتہ بخاری اور مسلم کی حدیثیں ظنی طور پر صحیح ہیں مگر جو حدیث صریح طور پر ان میں سے مبائن و مخالف قرآن کریم کے واقع ہو گی وہ صحت سے باہر ہو جائے گی۔)[7]

مرزاغلام احمد قادیانی کی مندرجہ بالا تحریروں سے واضح ہو گیا کہ وہ جس حدیث کو بظاہر قرآن کریم کے خلاف پائے گا خواہ اس کی سند کیسی ہی ہو اسے ضعیف اور موضوع قرار دے کر ترک کر دے گا۔

دار قطنی (385ھ) کی ایک روایت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی تک نہیں پہنچتی صرف ایک تابعی کا قول ہے اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ واقعی وہ ان کا قول ہے کیونکہ اس سے نیچے کے دو راوی عمرو بن شمر اور جابر جعفی بھی کذاب ہیں اور نا قابل اعتبار درجے کے ہیں۔ اب دیکھیے کہ اس بے بنیاد روایت کے بارے میں مرزا صاحب حدیث کا لفظ کس دیدہ دلیری سے استعمال کرتے ہیں۔ گویا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے اور مرفوع متصل ہے۔ مرزا صاحب کے ان الفاظ پر غور کریں:

(یہ عذر کہ بعض راوی اس حدیث کے ثقات میں سے نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر در حقیقت بعض راوی مرتبہ اعتبار سے گرے ہوئے تھے تو یہ اعتراض دار قطنی پر ہو گا کہ اس نے ایسی حدیث لکھ کر مسلمانوں کو کیوں دھوکا دیا۔ یہ اگر قابل اعتبار نہ تھی تو دار قطنی نے اپنی صحیح میں کیوں اس کو درج کیا۔)[8]

"دار قطنی" کی کتاب کو صحیح دار قطنی لکھنا مرزا صاحب کے ذوق علم کا پتہ دیتا ہے اور یہ محض اتفاق نہیں، مرزا صاحب نے ایک اور مقام پر بھی ایسا ہی لکھا ہے:

(صحیح دار قطنی میں ایک حدیث ہے۔)[9]

"سنن دار قطنی" میں ہر قسم کی رطب و یابس روایات پائی جاتی ہیں، اسے "صحیح دار قطنی" کے نام سے ذکر کرنا ایک عجیب نمونہ جہالت ہے۔ "دار قطنی" نے نہ صحیح حدیثوں کا التزام کیا ہے نہ اس کا دعویٰ کیا ہے کہ وہ اس میں وہی روایات لائیں گے جو ان کے نزدیک صحیح ہوں گی۔

حافظ بدر الدین عینی شرح صحیح البخاری میں "سنن دار قطنی" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وَقد رَوَى فِي (سُنَنِهِ) أَحَادِيثَ سَقِيمَةً وَمَعْلُولَةً وَمُنْكَرَةً وَغَرِيبَةً وَمَوْضُوعَةً"[10]

(دار قطنی نے اپنی سنن میں سقیم و معلول، منکر، غریب اور موضوع قسم کی حدیثیں بھی روایت کی ہیں۔)

اس کتاب کو کیسے "صحیح دار قطنی" کہا جا سکتا ہے۔ خصوصاً جب کہ انہوں نے خود بھی دعوی نہیں کیا کہ وہ اپنی اس کتاب میں وہی روایت لائیں گے جو ان کے نزدیک صحیح ہوں۔ پس اب کوئی وجہ نہیں کہ ان پر یہ الزام عائد کیا جائے کہ انہوں نے مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے۔ مرزا صاحب کا یہ انداز استدلال نہایت رکیک اور عامیانہ ہے۔ اہل علم کبھی یہ انداز اختیار نہیں کرتے۔ مرزا صاحب کی اس روایت میں چونکہ ایک غرض لپٹی تھی

---

[7] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Mubāḥatha Ludhiyāna)*, 4:15.

[8] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Tuḥfa Gulāṛwiyya)* (India: Islam International Publications, Qadian, 1429 AH/2008), 17:28.

[9] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Ḥaqīqat al-Waḥy)* (India: Islam International Publications, Qadian, 1429 AH/2008), 22:194.

[10] Al-'Aynī, Badr ad-Dīn Abū Muḥammad Maḥmūd, *'Umdat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Bayrūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyya, 1421 AH/2001), 6:12

اس لیے انہوں نے بالکل ایک بے سروپابات کو حدیث کہہ کر پیش کر دیا اور جہاں اپنی غرض ٹوٹتی تھی وہاں اس کے برعکس چلے کہ "صحیح مسلم" کی روایت پر بھی ایک عجیب انداز میں جرح کی۔ ان اَلْمَرْءُ إِذَا أَتَى عَلَى غَيْرِ فِيهِ آتَى بِالْعَجَائِبِ مثل مشہور ہے۔
" صحیح مسلم "فنی حیثیت سے درجہ اول کی کتاب ہے اور صناعت حدیث میں تو بالکل اولین مرتبہ رکھتی ہے اس کا ایک حوالہ لیجیے اس سے مرزا صاحب کی علمی قابلیت دور تک نظر آجائے گی:

> (مسیح موعود کے نزول کی پیشگوئی جو "صحیح مسلم" میں موجود ہے۔ یہ پیشگوئی تو صحیح مسلم کی کتاب میں سے ہے۔ مسلم کی پیشگوئی میں صرف یہی نقص نہیں کہ وہ قریبا دو سو برس بعد آنحضرت ﷺ کے کی گئی بلکہ ایک اور بھی نقص ہے کہ مسلم نے اصل راوی کو بھی نہیں دیکھا جس نے یہ حدیث بیان کی تھی اور نہ اس شخص کو دیکھا جس کے پاس یہ روایت بیان کی بلکہ بہت سی زبانوں میں گھومتی ہوئی اور ایسے لوگوں کے ہاتھوں کو چھوتی ہوئی جن کو ہم معصوم نہیں کہہ سکتے مسلم تک پہنچی۔)[11]

اس جرح کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ حدیث کسی پہلو سے بھی لائق استفادہ نہیں۔ امام مسلمؒ (204ھ) میں پیدا ہوئے معلوم نہیں انہوں نے 158ھ میں (حضور ﷺ کی وفات کے پونے دو سو برس بعد) صحیح مسلم "کیسے لکھ لی اور اگر کوئی پیشگوئی امام مسلمؒ سے پہلے کی تھی تو وہ مسلم کی پیشگوئی کیسے ہو گئی۔ قادیان کے سلطان القلم کا پیرایہ بیان نہایت ہی نرالا ہے۔
پھر مرزا صاحب کے ان الفاظ کو بھی دیکھیں "صحیح مسلم کی کتاب" یہ اسی طرح کی ترکیب ہے جیسے ماہ رمضان کا مہینہ (حالانکہ ماہ رمضان تو خود مہینہ ہے) یا شب قدر کی رات (شب تو خود رات ہے) صحیح مسلم خود کتاب ہے۔ اسے " صحیح مسلم کی کتاب" کہنا ایک نئی ترکیب ہے۔ اس پر مرزا صاحب کو ان کی ادبی شان پر اور ان نے سلطان القلم ہونے پر داد دیجیے۔
مرزا صاحب کی اردو آپ نے دیکھ لی۔ جس کی اردو کا یہ حال ہے اس کی عربی دانی اور قرآن دانی (قرآن عربی میں ہے) کا کیا حال ہو گا اور جب وہ اپنے کسی عربی قصیدہ کو قصیدہ اعجازیہ کہے تو دیہات کے ان پڑھوں کے سوا کون بے وقوف اسے اس کی علمی قابلیت کا نشان سمجھتا ہو گا۔
اس وقت "صحیح مسلم "کی روایت پر کی گئی اس جرح کا جواب دینا پیش نظر نہیں۔ موضوع بحث مرزا صاحب کا علم حدیث اور نظریہ حدیث ہے۔ آپ صرف یہ دیکھیں کہ مرزا صاحب کی علمی قابلیت کس درجہ کی ہے اور وہ احادیث کا ذکر کس انداز میں کرتے ہیں۔ وہ روات حدیث پر اس قسم کی بے سروپا جرح کر کے حجیت حدیث کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ مرزا صاحب کی پوری توجہ قرآن کریم کو اپنے متوارث معنوں سے ہٹانے اور اسے نئی نئی تاویلات کا لباس پہنانے پر مرکوز رہی۔ حدیث اس راہ میں ان کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ تھی اور وہ حدیث کے خلاف شروع سے مصروف کار تھے۔ مباحثہ لدھیانہ میں تو انہوں نے کھل کر کہہ دیا تھا:

> (ہر مومن خود سمجھ سکتا ہے کہ حدیثوں کی تحقیقات روایتی نقص سے خالی نہیں کیونکہ ان کے درمیان راویوں کی چال چلن وغیرہ کی نسبت ایسی تحقیقات کامل نہیں ہو سکیں اور نہ ملنے کا کسی طرح کا شک باقی نہ رہے۔)[12]

اس میں بھی خط کشیدہ الفاظ پر غور کریں "راویوں کی چال چلن" میں مؤنث کی تعبیر اس طرح ہے جس طرح مرزا صاحب نے تقویٰ کے آخر میں "ی" دیکھ کر اسے مونث سمجھ لیا تھا۔

---

[11] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Tuḥfa Gulāṛwiyya)*, 17:44.
[12] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Mubāḥatha Ludhiyāna)*, 4:15.

مرزا صاحب نے لکھا تھا:

(ان کی تقویٰ دیکھی جاتی تھی۔)[13]

مرزا غلام احمد اور حجیت حدیث:

تاہم یہ صحیح ہے کہ مرزا صاحب نے عنواناً حجیت حدیث کا انکار نہیں کیا۔ جہاں تک حدیث کی اصولی حیثیت اور ذات پیغمبر ﷺ کے حجت اور اتھارٹیٹو (Authoritative) ہونے کا تعلق ہے مرزا صاحب نے حضور ﷺ کے اتھارٹی سٹیٹس ہونے کا اقرار کیا ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

(جس پاک اور کامل نبی پر قرآن نازل ہوا وہ سب سے بہتر قرآن شریف کے معنی جانتا ہے۔)[14]

لیکن حدیثوں کے انتخاب اور ان کی روایت میں مرزا صاحب علمی طور پر فنی قواعد کا کوئی لحاظ نہ رکھتے تھے اور نہ سمجھتے تھے۔ "سنن دار قطنی" کو "صحیح دار قطنی" بنا دیں اور چاہیں تو ایک سطر میں "صحیح مسلم" کو ناقابل اعتبار کہہ جائیں۔ پھر قبولیت حدیث میں معیار کیا رہا؟ مرزا صاحب کی صرف اپنی سمجھ کہ جسے وہ قرآن شریف کے مطابق سمجھیں قبول کر لیں اور جو ان کی سمجھ میں نہ آئیں اسے مسترد کر دیں۔ گویا حدیث کی کوئی اصولی حیثیت نہ رہی محض ایک تائیدی درجہ رہ گیا۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

(تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں۔)[15]

پھر جب اس پر بھی کلام نہ چلا، علماء حدیثوں سے سند لاتے ہی رہے اور مرزا صاحب کو ان کے دعووں میں جھٹلاتے رہے تو مرزا صاحب نے اسلام کے اس ماخذ علمی کی ترتیب ہی بدل دی اور قرآن کریم کے بعد دوسرا علمی ماخذ اپنی وحی کو قرار دیا اور طے کیا کہ جو حدیث اس وحی کے مطابق رہے وہ تو لے لی جائے اور دوسری سب حدیثیں رد کر دی جائیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

(جو شخص حکم ہو کر آیا اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ سے جو انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے۔)[16]

اس سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ قادیانیوں کے ہاں حدیث کا کیا درجہ ہے وہ کس حد تک فن حدیث میں مسلمانوں کی سی بات کر سکتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ قادیانیوں کا مسلمانوں کے مقابلہ میں حدیث سے استدلال محض بر سبیل مکابرہ ہوتا ہے مناظرہ کے لیے نہیں۔ تحقیق حق کے لیے وہ کبھی حدیث کی طرف رجوع نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے عقیدے میں حدیث دین کا دوسرا علمی ماخذ نہیں تیسرا ماخذ علم ہے۔ اولاً قرآن کریم، ثانیاً

[13]Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Tiryāq al-Qulūb)* (India: Islam International Publications, Qadian, 1429 AH/2008), 15:277.
[14]Qādiyānī, Mīr Qāsim 'Alī, *Majmū'a Ishtihārāt (Tablīgh Risālat)* (India: Ḍiyā' as-Salām Press, Qadian, 1424 AH/2003), 6:18.
[15]Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Nuzūl Masīḥ)* (India: Islam International Publications, Qadian, 1429 AH/2008), 18:30.
[16] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Tuḥfa Gulāṛwiyya)*, 17:59.

مرزا غلام احمد کی وحی، ثالثاً حدیث۔ اور وہ بھی جو مرزا غلام صاحب کے ہاں لائق قبول ہو۔ قرآن کو بھی وہ بر سر عنوان اس لیے رکھتے ہیں کہ اس کے بغیر ان کے لیے مسلمانوں میں کام کرنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی اور انہیں درغلانہ ان کے لیے قریب قریب ناممکن ہو جاتا ہے۔

پس ان کا حدیث ماننے کا دعویٰ غیر مشروط نہیں۔ جس طرح مسلمان قرآن و حدیث دونوں کو بلا شرط مانتے ہیں۔ قادیانی حدیث کو بلا شرط نہیں مانتے۔ اپنی عقل و قیاس سے جسے چاہیں قرآن کے خلاف کہیں اور جسے چاہیں حدیث کے خلاف قرار دیں۔

مرزا غلام احمد خود لکھتے ہیں:

(کتاب اللہ کو بلا شرائط اور حدیث کو بشرط مانتا ہوں۔)[17]

قرآن کریم عربی ادب اور فصاحت و بلاغت میں نہایت بلند واقع ہوا ہے۔ انسانی سعی اس کی مثال لانے سے عاجز ہے۔ اس کے مدارک حدیث کو ساتھ ملائے بغیر واضح نہیں ہوتے۔ اس وجہ سے اہل باطل کی کوشش ہمیشہ یہی رہی ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے حدیث کو مسلمانوں کی نظر میں بے وزن کر دیا جائے اور اہل حق کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ سفر کا آغاز ہی سنت سے کیا جائے۔ امیر المومنین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو خوارج کے مقابلہ میں مناظرہ کے لیے بھیجا تو نصیحت فرمائی کہ استدلال براہ راست قرآن سے نہ کرنا کہ آیات کئی کئی معانی کی متحمل ہوتی ہیں بلکہ سنت سے کرنا۔ یہ محض اس لیے تھا کہ سنت کی روشنی میں قرآنی مرادات کھل کر سامنے آجاتی ہیں، آپ نے انہیں کہا:

"لا تخاطبهم بالقرآن فان القرآن حمال ذو وجوه تقول ويقولون ولكن حاججهم بالسنة فإنهم لن يجدوا عنها محيصاً"[18]

(تم ان سے قرآن کی رو سے بحث نہ کرنا کیونکہ قرآن بہت سے معانی کا حامل ہوتا ہے اور بہت سی وجہیں رکھتا ہے تم اپنی کہتے رہو گے اور وہ اپنی کہتے رہیں گے بلکہ تم حدیث سے ان کے سامنے استدلال کرنا وہ اس سے گریز کی کوئی راہ نہ پا سکیں گے۔)

مرزا غلام احمد کی راہ میں بھی احادیث بہت بڑی رکاوٹ تھیں۔ وہ علماء کو بار بار حدیثوں کے پیار کا طعنہ دیتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

(اب یہ ایسا زمانہ آیا ہے کہ قرآن کریم سے حدیثیں زیادہ پیاری ہو گئی ہیں اور حدیثوں کے الفاظ قرآن کریم کے الفاظ کی نسبت زیادہ محفوظ سمجھے گئے ہیں۔)[19]

پھر ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

(اگر ہمارے علماء کو قرآن شریف کی نسبت حدیثوں سے زیادہ پیار ہے تو ان پر یہ فرض ہے کہ احادیث کے ایسے معانی کریں جن سے قرآن شریف کے مضمون کی تکذیب لازم نہ آوے۔)[20]

---

[17] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Izāla Awḥām)* (India: Islam International Publications, Qadian, 1429 AH/2008), 3:322.
[18] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Al-Balāgh)* (India: Islam International Publications, Qadian, 1429 AH/2008), 13:136.
[19] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Al-Balāgh)*, 13:351.
[20] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Al-Balāgh)*, 13:351.

عوام کو مغالطہ دینے کے لیے قرآن وحدیث میں کوئی سطحی معارضہ پیدا کرنا مرزا صاحب کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا اور پھر اس حیلہ معارضہ سے " صحیح بخاری"اور" صحیح مسلم"کی احادیث کو موضوع قرار دے دینا ان کی ادنی چال تھی۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

(اب بڑی مشکل در پیش آتی ہے کہ اگر ہم بخاری اور مسلم کی ان حدیثوں کو صحیح سمجھیں جو دجال کو آخری زمانہ میں اُتار رہی ہیں تو یہ حدیثیں ان کے معارض ٹھہرتی ہیں اور اگر ان حدیثوں کو صحیح قرار دیں تو پھر ان کا موضوع ہونا ماننا پڑتا ہے اگر یہ متعارض ومتناقض حدیثیں صحیحین میں نہ ہوتیں صرف دوسری صحیحوں میں ہوتیں تو شاید ہم ان دونوں کتابوں کا زیادہ تر پاس خاطر کرکے ان دوسری حدیثوں کو موضوع قرار دیتے۔ مگر اب مشکل یہ آپڑی ہے کہ ان دونوں کتابوں میں یہ دونوں قسم کی حدیثیں موجود ہیں۔ اب جب ہم ان دونوں قسم کی حدیثوں پر نظر ڈال کر گرداب حیرت میں پڑ جاتے ہیں کہ کس کو صحیح سمجھیں اور کس کو غیر صحیح، تب عقل خداداد ہم کو یہ طریق فیصلہ بتاتی ہے کہ جن احادیث پر عقل اور شرع کا کچھ اعتراض نہیں انہی کو صحیح کہنا چاہیے۔)[21]

مرزا صاحب کی یہ عبارت پنبہ کجا کجا نہم کی مصداق ہے۔ ہم ان زخموں پر مرہم کہاں کہاں رکھیں۔ شرع کا فیصلہ اگر پہلے سے ہمارے ہاں موجود ہو تو پھر حدیث کو ماننے کی ضرورت ہی کیا سامنے رہ جاتی ہے کہ یہ حدیث شرع کے مطابق ہے یا نہیں؟ کیا حدیث خود منبع شریعت نہیں ہے؟ یا شرع کسی حدیث کو ماننے سے پہلے کسی اور جگہ طے اور مسلم ہو چکی تھی کہ اب ہم اس کی روشنی میں حدیثوں کا فیصلہ کریں گے کہ کونسی قبول کرنی چاہیے اور کونسی نہیں؟ پھر مرزا صاحب جس عقل کو خداداد کہہ رہے ہیں یہ عقل خداداد کیا ہر ایک کی اپنی اپنی نہیں؟ کیا سب کی عقل ایک سا فیصلہ کرتی ہے؟ ہر ایک اپنی الگ عقل سے سوچے تو کیا سب لوگ کبھی ایک فیصلے پر آسکیں گے؟ یا مرزا صاحب کے ہاں عقل خداداد وہی ہے جو جوتے کے دائیں اور بائیں میں فرق نہ کرسکے؟ بچی کو دوا پلانے کے لیے دوا کی شیشی کی بجائے تیل کی شیشی پر ہاتھ ڈالے اور بچی کو تیل پلادے، اپنی جیب میں گڑ اور استنجے کے ڈھیلے ملا کر رکھے اور پھر ان میں امتیاز نہ کرسکے یا دی عقل خداداد حدیثوں میں تطبیق کرے گی جو گرتے کے بٹن اور اس کے متعلقہ کاج میں تطبیق نہ دے سکے؟

پھر یہ بھی پیش نظر رکھیں کہ یہ عقل خداداد سے استدلال کرنا کیا وہی طریق فیصلہ تو نہیں جو مرزا صاحب سے پہلے سرسید احمد خان بڑے شد و مد سے پیش کر چکے ہیں؟ اور کیا یہ صحیح نہیں کہ سرسید احمد خان کی عقل خداداد کا مرزا غلام کی عقل خداداد سے بھی بہت تعارض اور اختلاف رہا ہے۔ کیا خدا کے بھیجے ہوئے آسمانی عہدوں کے دعویدار سرسید احمد خان جیسے کسی پیشرو کے تابع ہو سکتے ہیں؟ ہم دونوں کے محاکمہ میں زیادہ وقت لگانا نہیں چاہتے ایسے مواقع سے ہم "دوکس بنام احمد گمراہ کنند بے حد پڑھ کر گزر جائیں گے۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ واضح ہے کہ مرزا غلام احمد کے نزدیک " صحیح بخاری"اور" صحیح مسلم"کی بعض حدیثیں موضوع بھی تھیں۔ مرزا صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

(اب کیونکہ ممکن ہے کہ اگر ہر ایک راوی ان تمام الفاظ کو بصحت تمام یاد رکھتا ہو جو آنحضرت میں قیام کے منہ سے نکلتے تھے تو اس قدر اختلاف اور تعارض ان کے بیانات میں کیوں پایا جاتا۔ بلاشبہ بعض راوی بوجہ کمزوری حافظہ بعض الفاظ کو بھول گئے یا محل بے محل کا فرق یاد نہ رہا، اسی وجہ سے یہ صریح اختلافات پیدا ہو گئے۔ پس جب کہ احادیث کے ضبط الفاظ کا یہ نمونہ ہے جو اس کتاب میں ملتا ہے جو کتاب اللہ اصح الکتب ہے تو اس صورت میں اگر کوئی حدیث صریح کتاب

[21] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Izāla Awḥām)*, 3:85.

اللہ کے معارض ہو یا ایسی باتوں کو بیان کرے جو اشارات النص کے خلاف ہوں تو کیونکر ایسی حدیث کے وہ معنی مسلم رکھے جائیں جو قرآن کریم سے صریح تعارض رکھتے ہیں۔)[22]

کتنی ستم ظریفی ہے کہ "صحیح بخاری" پر وہ شخص اعتراض کر رہا ہے جو امام بخاریؒ کا نام تک نہیں جانتا۔ بر صغیر پاک و ہند میں نام عام طور پر ڈبل ہوتے ہیں جیسے محمد علی، لیاقت علی، نذیر احمد، غلام احمد وغیرہ لیکن عرب عراق، فارس وغیرہ میں زیادہ تر نام مفرد ہوتے ہیں۔ امام بخاری ہی کا نام "محمد" تھا۔ آپ کے والد کا نام "اسماعیل" تھا۔ مرزا غلام احمد امام بخاری پی پی کا نام "محمد اسماعیل" لکھتے ہیں۔ پنجاب کے مدعی نبوت نے محدثین کے نام بھی پنجابی محاورے میں ڈھال دیے۔ لکھتے ہیں:

(امام محمد اسماعیل بخاری نے اس جگہ اپنی صحیح میں الخ)[23]

پھر اس کتاب کے صفحہ 37، 82، 102 پر دیکھتے جائیے، آپ کو یقین ہو جائے گا کہ یہ سہو کاتب نہیں کہ "محمد بن اسماعیل" کی جگہ "محمد اسماعیل" لکھ دیا ہو۔ پنجابی نبی کی اردو اور عربی سب پنجابی ہے۔ گیارہ میں ایک کا اضافہ کیا جائے تو بارہ کہتے ہیں۔ پنجابی میں اسے "باراں" کہتے ہیں، یہ لفظ اردو اور فارسی کا ہے اور اس کے معنی "بارش" کے ہیں۔ بارہ "کو" باراں "لکھنا قادیان کے سلطان القلم کا ہی خاص پیرا بیان ہے۔

مباحثہ لدھیانہ کے سلسلہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

(بعض لوگ جو دور سے اصل بحث کے سننے کے لیے آئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ باراں بجے دن تک اصل بحث کا نام و نشان ظاہر نہیں ہوا تو وہ نہایت دل شکستہ ہو گئے۔)[24]

اسے محض سہو کاتب نہ سمجھیں، قادیان کے سلطان القلم پہلے بھی لکھ آئے ہیں:

(سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ نے باراں برس کے بعد کشتی غرق ہوئی زندہ آدمیوں سے بھری ہوئی نکالی تھی، اور ایک دفعہ ملک الموت کی ٹانگ توڑ دی تھی اس قصہ سے کہ وہ بلا اجازت آپ کے کسی مرید کی روح نکال کر لے گیا تھا۔)[25]

پھر باراں پر ہی اکتفاء نہیں، مرزا صاحب کا چودہ بھی چوداں ہے۔ تحفہ گولڑویہ میں لکھتے ہیں:

(درمیان میں باراں خلیفے ہیں موسوی سلسلہ کے مقابل پر اس جگہ بھی چوداں کا عدد پورا ہوا ایسا ہی سلسلہ محمدی کے مسیح موعود کو چودھویں صدی کے سر پر پیدا کیا۔)[26]

غور کیجیے جو شخص امام بخاری ہے کا نام تک صحیح نہیں جانتا، "بارہ بجے اس کے "باراں" بجتے ہوں "صحیح بخاری" کو "کتاب اللہ اصح الکتب" کہے۔ ذرا اور ذرہ میں فرق نہ کر سکے۔ صحیح بخاری کے حدیث معارضوں پر بحث کر رہا ہے جیسا کہ:

(کیا اس خبر کے مشہور ہونے کے بعد کسی صحابی کا انکار مروی ہے اس کا ذرہ نام تو لو۔)[27]

مرزا صاحب کو کیا پتہ کہ محدثین کے ہاں خبر مشہور کسے کہتے ہیں اور ابن صباء کی یہ روایت خبر مشہور کے کس درجہ میں ہے مگر علماء سے بحث برابر کرتے جا رہے ہیں اور ان سے برملا کہتے ہیں: ذرہ نام تو لو۔

---

[22]Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Izāla Awḥām)*, 3:354.
[23] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Izāla Awḥām)*, 3:332.
[24] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Mubāḥisa Ludhiyāna)*, 4:322.
[25]Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Izāla Awḥām)*, 3:82.
[26] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in* (Tuḥfa Gulāṛwiyya), 17:23.
[27] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Izāla Awḥām)*, 3:326.

علم حدیث کانادر نمونہ:

"سنن دار قطنی" میں دو ضعیف اور کذاب راویوں کے واسطہ سے امام محمد باقرؒ کا قول نقل کیا گیا: ان لمھدینا آیتین الخ" کہ مہدی کے آنے کی علامت سورج اور چاند کا ایک مہینہ میں گرہن لگنا ہے۔ یہ روایت امام محمد باقرؒ سے اوپر کسی صحابی تک نہیں پہنچتی صرف ان کا اپنا قول ہے جو حدیث موقوف کے درجہ تک نہیں پہنچتا۔

اس وقت یہ بحث نہیں کہ ایک مہینے میں سورج اور چاند گرہن مرزا صاحب سے پہلے بھی ایک رمضان میں لگ چکا ہے۔ اس وقت ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب علم حدیث میں اس درجہ کمزور تھے کہ فنی اصطلاحات کا عجیب مذاق بناتا تھا۔ مرزا صاحب نے بات بنانے کے لیے سنن دار قطنی کے اس قول کو آیت جمع الشمس والقمر کا مصداق بنا دیا:

(ایک ایسی حدیث کا انکار کرنا جو اور طریقوں سے بھی ثابت ہے اور خود قرآن آیت جمع الشمس والقمر میں اس مضمون کا مصداق ہے۔)[28]

قطع نظر اس سے کہ آیت مذکورہ میں سورج اور چاند کا "کا مطلق جمع ہونا مذکور ہے گرہن میں جمع ہونا یا ایک ماہ میں جمع ہونا یا رمضان میں جمع ہونا یا ان میں سے کسی بات کا یہاں ذکر نہیں ہے۔ اور اس مجمل آیت سے ایک مفصل بات کو جو دو ضعیف اور کذاب راویوں کے واسطہ سے ایک تابعی تک پہنچتی ہے صحیح ٹھہرانا کسی طرح صحیح نہیں اور یہ بات کہ چونکہ ایسا پہلے بھی ہو چکا اور غیب کی بات صرف رسولوں میں منحصر ہے۔ پچھلے واقعات کی روشنی میں بالکل ہی بے وزن ہے۔ ہم جس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر یہ ضعیف قول مرزا صاحب کے نزدیک آیت قرآنی سے تائید یافتہ تھا تو وہ اسے یوں تو پیش کر سکتے تھے کہ قرآنی تائید اور ایسا واقعہ ہو جانے کی وجہ سے یہ ضعیف روایت قابل قبول ہو جائے گی لیکن انہوں نے اسے جن الفاظ میں پیش کیا ہے وہ قابل غور ہیں:

(دوسری گواہی اس حدیث کے صحیح اور مرفوع متصل ہونے پر آیت "لا یظھر علی غیبه احداً الا من ارتضی من رسول" میں ہے کیونکہ یہ آیت علم غیب صحیح اوصاف کا رسولوں پر حصر کرتی ہے۔)[29]

حدیث کا متصل ہونا اس کی سند کی صفت ہے کہ اس کا ہر راوی اپنے سے مافوق اور ماتحت سے جڑا ہوا ہے (درمیان میں کہیں انقطاع یا ارسال نہیں سب راوی ایک دوسرے سے متصل ہیں ضعیف روایت اگر دوسرے قرائن سے مضبوط بھی ہو جائے تو اسے مقبول تو کہا جا سکتا ہے بدون اتصال رواۃ متصل نہیں کہا جا سکتا۔ مرزا صاحب کی نادانی دیکھیے کہ کس طرح ایک تابعی کے قول کو حدیث صحیح متصل کہہ دیا ہے۔ اور معلوم نہیں کہ یہ اس کا قول بھی ہے یا کہ نہیں کیونکہ اس سے نیچے کے راوی عمرو بن شمر اور جابر جعفی ضعیف ہیں۔ اتنی بڑی جرح کے ہوتے ہوئے مرزا صاحب کا اسے حدیث صحیح کہنا حدیث کے مطلب میں اپنا بھرم گنوانا نہیں تو اور کیا ہے۔ بہر حال مرزا صاحب لکھتے ہیں:

(محدثین کا ہرگز یہ قاعدہ نہیں کہ کسی راوی کی نسبت ادنیٰ درجے سے بھی فی الفور حدیث کو موضوع قرار دیا جائے۔ جن حدیثوں کی رُو سے مہدی خونی کو مانا جاتا ہے وہ کس مرتبہ کی ہیں۔ آیا ان کے تمام راوی جرح سے خالی ہیں؟ بلکہ جیسا کہ ابن خلدون نے لکھا ہے تمام اہل حدیث جانتے ہیں کہ مہدی کی حدیثوں میں سے ایک روایت بھی جرح سے خالی نہیں۔ پھر ان

---

[28] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Tuḥfa Gulāṛwiyya)*, 17:29.
[29] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Tuḥfa Gulāṛwiyya)*, 17:29.

مہدی کی حدیثوں کو ایسا قبول کر لینا کہ گویا ان کا انکار کفر ہے۔ حالانکہ وہ سب کی سب جرح سے بھری ہوتی ہیں اور ایک ایسی حدیث سے انکار کرنا جو اور حدیثوں سے بھی ثابت ہے۔ الخ۔)[30]

مرزا صاحب کا "سنن دار قطنی" کے اس قول تابعی کو جو کذاب قسم کے راویوں سے منقول ہے حدیث کہنا یہ کچھ کم نادانی نہ تھی مگر یہ دعوی کہ وہ اور طریقوں سے بھی ثابت ہے اپنی نادانی اور جھوٹ پر آخری مہر لگانا ہے۔ مرزا نظام احمد صاحب کو یہ پتہ نہیں کہ کسی سند کی بحث میں طریق آخر کے کہتے ہیں اور یہاں کون سا دوسرا طریقہ موجود ہے۔

مرزا صاحب نے ازالہ اوہام "(354) کی عبارت میں حدیث کے لیے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اشارۃ النص کے خلاف نہ ہو اور یہ انہیں قطعاً پتہ نہیں کہ اشارۃ النص کیا ہوتی ہے ؟ عبارۃ النص، دلالۃ النص، اشارۃ النص، اقتضاء النص کی اصطلاحوں سے وہ بالکل ناواقف دکھائی دیتے ہیں کیونکہ ان فروق کو سمجھتے ہوئے کوئی شخص مرزا صاحب کی کسی عبارت نہ لکھے گا۔ انہیں نص میں جو قوت نظر آئی وہ اشارۃ النص میں ہی نظر آئی۔

اگر کوئی حدیث کتاب اللہ کی کسی دلالۃ النص کے خلاف ہو تو کیا وہ مرزا صاحب کے ہاں لائق قبول ہو گی؟ اگر نہیں تو پھر اشارات النص کو اس موقع پر زیر بحث لانا اس میں کونسی باریکی اور حکمت تھی؟ بات صرف یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس قسم کے نام اور چند اصطلاحات کہیں علماء کی کتابوں میں دیکھ لیے ہوتے ہیں اور انہیں سمجھے بغیر وہ اپنی کتابوں میں انہیں بے محابا ذکر کر دیتے ہیں اور جاہل لوگ انہیں سلطان القلم سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

ہاں تو" صحیح بخاری" کی بات چل رہی تھی کہ مرزا صاحب نے کس چابک دستی سے اسے کم وزن اور بے وقار کرنے کی سعی کی ہے۔ اب ذرا" صحیح مسلم "کا حل بھی دیکھ لیں:

(اب حاصل کلام یہ ہے کہ وہ دمشقی حدیث جو امام مسلم نے پیش کی ہے خود مسلم کی دوسری حدیث سے ساقط اعتبار ٹھہرتی ہے اور صریح ثابت ہوتا ہے کہ اس راوی نے اس حدیث کے بیان کرنے میں دھوکہ کھایا ہے۔ یہ فرض صاحب مسلم کے سر پر تھا کہ وہ اپنی ذکر کردہ حدیث کا تعارض اپنی قلم سے رفع کرتے۔)[31]

مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ " یہ فرض صاحب مسلم کے سر پر تھا بتلاتا ہے کہ وہ مسلم کو کتاب سمجھتے تھے اور جب اس کے مولف کا ذکر مقصود ہوتا تو اسے صاحب مسلم کہتے تھے کہ یہ مسلم کے مولف کی بات ہے۔

یہ سراسر غلط ہے " مسلم "کتاب کا نام نہیں، خود مولف کا نام ہے۔ انہیں ہی امام مسلم کہا جاتا ہے، ان کی کتاب کا نام " صحیح مسلم " ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح انہیں امام بخاری کا نام تک معلوم نہ تھا انہیں " محمد اسماعیل "لکھتے تھے، اسی طرح امام مسلم کا نام بھی انہیں معلوم نہ تھا وہ " مسلم " کو کتاب سمجھتے تھے اور مولف کو "صاحب مسلم "کہہ کر ذکر کرتے تھے۔ اس وقت ان جزئیات سے بحث نہیں کہ سلطان القلم نے اپنی ہر ہر تحریر میں کیسے کیسے گل کھلائے ہیں۔ کہیں نئے محاورے بن رہے ہیں، کہیں نئے نام تجویز ہو رہے ہیں، کہیں نئی آیتیں اتر رہی ہیں۔ اس وقت ہمیں صرف یہ بتلانا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا نظریہ حدیث کیا تھا۔ انہیں کہاں تک حدیث کا علم تھا اور حدیث کے بارے میں ان کی کیا روش رہی ہے۔ طلبہ کے یہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ موجود ذخائر حدیث کی ان کے ہاں علمی اور دینی سند کس درجہ میں ہے اس وقت موضوع بحث یہ نہیں کہ

[30] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Tuḥfa Gulāṛwiyya)*, 17:29.
[31] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Izāla Awḥām)*, 3:88.

"صحیح بخاری" اور "صحیح مسلم کی روایات میں کوئی تعارض بھی ہے یا نہیں اور اگر ہے تو اسے کیسے اٹھایا جائے۔ ورنہ یہ تو حدیث پر گفتگو ہو گی، مرزا غلام احمد قادیانی کے نظریہ حدیث پر نہیں۔

مرزا غلام احمد کا اپنے لیے حدیثیں وضع کرنا:

مرزا صاحب اپنے لیے حدیث وضع کرنا جائز سمجھتے تھے۔ مسلمانوں میں یہ عقیدہ چلا آرہا تھا کہ مسیح اور مہدی دو علیحدہ علیحدہ فرد ہوں گے۔ مسیح بن مریم آسمان سے اتریں گے اور مہدی ہیں اس امت میں پیدا ہوں گے۔ حضرت مسیح کے نزول کے وقت مہدی امت کا امام انہی میں سے ہو گا اور حضرت مسیح علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ مرزا غلام احمد مسیح ہونے کے بھی مدعی تھے اور مہدی ہونے کے بھی۔ اس لیے وہ غرض مند تھے کہ جس طرح بھی بن پڑے وہ مسیح اور مہدی کا ایک ہونا ثابت کر دیں۔ مرزا غلام احمد اپنی اس غرض کے لیے حدیث یوں وضع کرتے ہیں:

> (آنحضرت ﷺ نے اس وہم کو دفع کرنے کے لیے جو ابن مریم کے لفظ سے دلوں میں گزر سکتا تھا بعد کے لفظوں میں بطور تشریح فرمادیا کہ اس کو نِچ مسیح ابن مریم ہی نہ سمجھ لو، **بل هو امامكم منكم** (بلکہ وہ تمہارا امام ہو گا تم ہی میں سے۔)[32]

یہ الفاظ "بل هو امامكم منكم" جن کے بارے میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بطور تشریح فرماتے تھے، آنحضرت ﷺ کے نہیں اور آپ نے لفظ بل ہر گز نہیں کہا بلکہ مرزا صاحب نے یہ دو لفظ خود بنائے ہیں۔ حدیث اسلام کا ناقابل تسخیر قلعہ ہے۔ مرزا صاحب نے کس طرح نام نہاد الہام کے بل بوتے اس میں رخنے ڈال دیے۔

پھر ایک اور جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> (احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا۔ اور وہ چودیں صدی کا امام ہو گا۔)[33]

یہ بھی بالکل جھوٹ ہے۔ کسی حدیث میں مسیح کا چودھویں صدی میں آنا مذکور نہیں۔ اور نہ کسی کو پتہ ہے کہ قیامت کب آئے گی اور حضرت عیسی کا نزول تو بے شک قیامت کی علامات کبریٰ (بڑی نشانیوں) میں سے ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ بھی لکھا ہے:

> (انبیاء گذشتہ کے کشوف نے اس بات پر مہر کر دی ہے کہ وہ (مسیح موعود) چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہو گا اور یہ کہ پنجاب میں ہو گا۔)[34] (قادیانی مبلغ جب احادیث میں چودھویں صدی کا لفظ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے تو انہوں نے اربعین کی عبارت میں لفظ انبیاء کو اولیاء سے بدل دیا۔)[35]

کہ اولیاء کے نام تو ہر گاؤں سے نئے سے نئے تجویز ہو سکتے ہیں لیکن نصرت الحق کی یہ عبارت بدلے بغیر انہیں اربعین کی عبارت بدلنے سے بھی کوئی خاص فائدہ نہ ہوا۔

مرزا غلام احمد نے پھر "ازالہ اوہام" میں یہ بھی لکھا ہے:

---

[32] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Izāla Awḥām)*, 3:18.
[33] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Nūr al-Ḥaq)* (India: Islam International Publications, Qadian, 1429 AH/2008), 8:184.
[34] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Tuḥfa Gulāṛwiyya)*, 17:371.
[35] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Arba'īn)* (India: Islam International Publications, Qadian, 1429 AH/2008), 2:23.

(آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس کے اندر تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی۔)[36]

یہ بات بالکل من گھڑت اور جھوٹ ہے۔ کسی حدیث میں نہیں کہ تمام اولاد آدم پر آج سے سو سال اندر قیامت آجائے گی۔ یہ بات بالکل من گھڑت اور غلط ہے۔

مرزا غلام احمد ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

(بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لیے (مسیح موعود کے لیے) آواز آئے گی: هذا خليفة من الله المهدى)[37]

" صحیح بخاری" میں یہ حدیث کہیں نہیں مگر قادیانی شہادۃ القرآن کے نئے ایڈیشنوں میں بھی اسے اسی طرح لا رہے ہیں اور امید کر بیٹھے ہیں کہ شاید " صحیح بخاری" کے کسی نسخے میں کسی دن یہ حدیث مل ہی جائے، پیغمبروں کی باتیں غلط تو نہیں ہوا کرتیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد کے نظریہ میں حدیث کی یہ مشہور کتابیں اپنے اپنے مؤلفین تک تواتر سے نہ نہیں پہنچتیں۔

علامہ تفتازانیؒ نے ایک حدیث " صحیح بخاری" کے حوالے سے "تلویح میں لکھی تھی جو " صحیح بخاری" میں کہیں نو کہیں نہیں ہے۔ اس پر مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

(آپ کو یہ دعویٰ نہیں اور نہ کر سکتے ہیں کہ تمام دنیا کے نسحات بخاری کے قلمی و غیر قلمی آپ دیکھ چکے ہیں، پھر کس قدر فضولی ہے کہ صرف چند نسخوں پر بھروسہ کر کے بے گناہ عورتوں کو طلاق دی جائے اگر ثانی الحال کوئی قلمی نسخہ نکل آدے جس میں یہ حدیث موجود ہو تو پھر آپ کا کیا حال ہو؟ جب تک آپ سارے زمانے کے قلمی نسخے نہ دکھادیں اور صاحب تلوں کا کذب ثابت نہ کرلیں تب تک احتمالی طور پر طلاق واقعہ ہوگئی ہے۔)[38]

کشف سے حدیثوں کی تحقیق:

علم حدیث ایک مستقل فن ہے۔ اس کے اپنے قواعد ہیں اور محدثین کی ایک اپنی روش ہے۔ یہ حضرات کسی حدیث کی تحقیق اور اس پر کسی درجے کا حکم لگانے کے لیے انہی قوائد سے چلتے ہیں۔ ان کے ہاں کسی کا کشف اور کسی کا الہام اس راہ کے مسافروں کے لیے کوئی زاد راہ نہیں۔ حدیث کے معانی میں گفتگو ہو تو فقہاء کرام اس بحر بے کراں کے بہترین غواص ہیں۔ امام ترمذی لکھتے ہیں:

"وَكَذَلِكَ قَالَ الفُقَهَاءُ وَهُمْ أَعْلَمُ بِمَعَانِي الحَدِيثِ"[39]

(اسی طرح فقہاء (بی) نے کہا ہے اور وہ حدیث کے معانی کو زیادہ جانتے ہیں۔)

پس کوئی ولی برحق بھی ہو تو اس کا الہام و کشف کسی دوسرے مسلمان کے لیے حجت ملزمہ نہیں۔ مرزا غلام احمد کے نظریہ حدیث میں یہ پہلو بھی داخل ہے کہ وہ الہام کے مدعی ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے الہامات کے اندھیروں میں جس حدیث کو چاہیں ثابت کر دکھائیں اور جس حدیث کو جو معنی چاہیں پہنادیں اور حدیث کے نام سے پیش کردیں۔ یہ ان کا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ محدثین کے ہاں تحقیق حدیث میں کسی کے کشف اور کسی

---

[36] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Izāla Awḥām)*, 3:93

[37] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Shahādat al-Qur'ān)* (India: Islam International Publications, Qadian, 1429 AH/2008), 6:40.

[38] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Izāla Awḥām)*, 3:325.

[39] At-Tirmidhī, Abū 'Īsā Muḥammad ibn 'Īsā, *Sunan at-Tirmidhī* (Bayrūt: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1419 AH/1998), Bāb Mā Jā'a fī Ghusl al-Mayyit, Ḥadīth no. 990.

کے الہام کا کوئی اعتبار نہیں۔ مرزا صاحب نے اس راہ کی تائید میں بعض صوفیہ کرام سے کچھ حوالے پیش کیے ہیں۔ ظاہر ہے صوفیہ کرام اور ارباب طریقت اس لائن کے رجال کار نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسے امام العارفین فرما چکے ہیں کہ صوفیاء کرام کا قول حرام و حلال کی تعیین میں کوئی درجہ نہیں رکھتا۔ مگر مرزا صاحب اپنی غرض کے لیے اپنے اس خاص نظریہ حدیث کو بھی بڑے طمطراق سے پیش کرتے ہیں۔ الشیخ عبد الوہاب الشعرانی اور شیخ محی الدین ابن عربی کے انہوں نے بہت سہارے لیے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

(بعض حدیثیں محدثین کے نزدیک محل کلام ہوتی ہیں مگر اہل کشف کو ان کی صحت پر مطلع کر جاتا ہے۔ جیسا کہ "أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ" کی حدیث محدثین کے نزدیک جرح سے خالی نہیں مگر اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔ بہت سی حدیثیں ایسی ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور ہمارے نزدیک صحیح نہیں اور بہتیری حدیثیں موضوع ہیں اور آنحضرت کے قول سے بذریعہ کشف صحیح ہو جاتی ہے۔)[40]

مرزا صاحب نے اپنی تائید میں ان ضابطوں کو نقل کر کے اپنے نظریہ حدیث کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ محدثین کے نظریہ حدیث اور فقہاء کرام کے فہم حدیث کے لیے جتنے قواعد و شواہد ارباب فنون نے لکھے ہیں مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے ہاں ان کی کوئی قیمت نہیں اور نہ فن حدیث کے بل بوتے یہ لوگ کسی احقاق حق کے اہل ہیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

(حدیثوں میں ضعف کی وجوہات اس قدر ہیں کہ ایک دانا آدمی ان پر نظر ڈال کر ہمیشہ اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ ان کو تقویت دینے کے لیے کم از کم نص قرآنی کا کوئی اشارہ ہی ہو۔ یہ سچ ہے کہ حدیثیں صحابہ کی زبان سے بتوسط کئی راویوں کے مؤلفین صحاح تک پہنچتی ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ جہاں تک ممکن ہے مؤلفین صحاح نے حدیثوں کی تنقید و تفتیش میں بڑی بڑی کوششیں کی ہیں مگر پھر بھی ہمیں ان پر وہ بھروسہ نہیں کرنا چاہیے جو اللہ جل شانہ کے کلام پر کیا جاتا ہے۔)[41]

حدیثوں کے ناقابل اعتماد ٹھہرانے کا اصل موجب تو مرزا غلام احمد کی اپنی وحی ہے۔ لیکن مرزا صاحب نام یہاں قرآن کا استعمال کر رہے ہیں ورنہ ان کا اصل نظریہ حدیث جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں انہوں نے ان الفاظ میں بالکل واضح طور اگل دیا تھا:

(جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ ہے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے۔)[42]

اس تصریح کے بعد اب ضرورت باقی نہیں رہ جاتی کہ ہم مرزا غلام احمد کے نظریہ حدیث پر کچھ مزید کہیں۔ علماء اسلام کو چاہیے کہ مرزا غلام احمد سے قرآن و حدیث کے نام سے بحث نہ کریں کیونکہ وہ ان کے قواعد و ضوابط کو نہیں جانتے، قادیانیوں سے بحث کی اب صرف یہیں راہ رہ جاتی ہے کہ جب بھی ان سے کوئی بحث ہو وہ مرزا غلام احمد کی اپنی شخصیت کے بارے میں ہو کہ وہ خود کیا تھا اور اس کا کریکٹر اور کردار کیا تھا اور اس نے اپنے اس نئے اسلام کے دعوے کے ساتھ پرانے اسلام پر کیا خون کے ناخن لیے۔

حدیث صحیح کے ظنی ہونے پر مرزا کا قرآن سے استدلال:

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

---

[40] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Izāla Awḥām)*, 3:59.
[41] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Izāla Awḥām)*, 3:198.
[42] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Tuḥfa Gulāṛwiyya)*, 17:10.

(اکثر احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں۔ والظن لا یغنی من الحق شیئاً)[43]

یہ آخری حصہ میں مذکور آیت سورہ النجم کی آیت نمبر 28 ہے اور یہ مکی آیت ہے۔ یہ کافروں کے بارے میں اتری تھی کافروں کا گمان واقعی فاسد ہے، یہ کسی کام نہیں آتا لیکن اسے احادیث پر چسپاں کرنا یہ کسی صاحب علم اور صاحب دانش کا کام نہیں ہو سکتا۔ کافر کہتے تھے:

" مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ "[44]

(ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے سوائے اس کے نہیں کہ ہم گمان کیے بیٹھے ہیں اور ہم اس پر یقین کرنے والوں میں سے نہیں ہیں۔)

یہاں ظن صریحا بہ مقابلہ علم لایا گیا ہے۔ اس سے پہلے یہ بھی کہا جا چکا ہے (سو یہ اس بات کی نص ہے) کہ یہ کفار کی بات ہے۔ ان کا یہ گمان اور ان کی انکل ہر گز کسی کے کام آنے کی نہیں۔

" وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍۚ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ "[45]

(اور انہیں اس کا کوئی علم نہیں سوائے اس کے کہ وہ گمان کیسے بیٹھے ہیں۔)

مرزا صاحب کا اس آیت کو علم حدیث کی نفی میں پیش کرنا ہر گز درست نہیں۔ مگر مرزا مرزا غلام احمد کا نظریہ حدیث صاحب نے کہا: اکثر احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں۔

" والظن لا یغنی من الحق شیئاً "[46]

مرزا صاحب نے یہ آیت بھی غلط لکھی ہے اس کے پہلے الفاظ قرآن میں اس طرح ہیں:

"وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا "[47]

(والظن نہیں ہیں۔)

جو آیات کہ کافروں کے بارے میں اتریں انہیں مسلمانوں پر لگانا یہ کوئی شان علم نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خوارج کو اسی بناء پر بدترین خلائق کہا کہ سب سے پہلے وہ اس عمل کے مرتکب ہوئے تھے۔

"وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللَّهِ، وَقَالَ: إِنَّهُمُ انْطَلَقُوا إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الكُفَّارِ، فَجَعَلُوهَا عَلَى المُؤْمِنِينَ. "[48]

(اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) اس کو طبری نے وصل کیا (خارجی لوگوں کو بدترین خلق اللہ سمجھتے تھے، کہتے تھے انہوں نے کیا کیا جو آیتیں کافروں کے باب میں اتری تھیں ان کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا۔)

پس مرزا غلام احمد کے نظریہ حدیث میں احادیث کی کوئی بات بھی لائق پزیرائی نہیں رہتی، یہ نظریہ حدیث اسلامی نظریہ حدیث کے خلاف ایک کھلی بغاوت ہے۔ اور مرزا صاحب کی یہ عام کھلی عادت ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے کہ

[43] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Izāla Awḥām)*, 3:243.
[44] Al-Jāthiya, 45:32.
[45] Al-Jāthiya, 45:24.
[46] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Izāla Awḥām)*, 3:243.
[47] Yūnus, 10:36.
[48] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā'īl, *Al-Jāmi' aṣ-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Dimashq: Dār Ṭawq an-Najāḥ, 1422 AH), Kitāb Istitābat al-Murtaddīn wa al-Mu'ānidīn wa Qitālihim, Bāb Qatl al-Khawārij wa al-Mulḥidīn ba'da Iqāmat al-Ḥujja 'alayhim, Ḥadīth no. 6930.

(اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیسن کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں۔)[49]

ایک اور مقام پر مرزا جی لکھتے ہیں کہ:

(اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے۔)[50]

اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب مواہب الرحمن میں لکھتا ہے کہ:

"وان القرآن مقدم علی کل شئ و وحی الحکم مقدم علی احادیث ظنیه بشرط ان تطابق القرآن وحیه مطابقة تامة و بشرط ان تکون الاحادیث غیر مطابقة للقرآن وتوجد فی قصصها مخالفة لقصص صحف مطهرة ذالک بان وحی الحکم ثمرة غضّ وقد جنی من شجرة یقینة فمن لم۔یقبل وحی الامام الموعود ونبذه لروایات لیست کالمحسوس المشهود فقد ضل ضلالاً مبینا ومات میتة جاہلیة و آثر الشک علی الیقین ورد من الحضرة الالٰهیة ثم ان کان من الواجب الآخذ بالروایات فی کل حال ففی ای شئ رجل یقال له حکم۔من الله ذی الجلال۔"[51]

(یعنی یقینا قرآن ہر چیز پر مقدم ہے۔ اور حکم (مسیح موعود) کی وحی ظنی احادیث پر مقدم ہے بشرطیکہ اس کی وحی قرآن سے مطابقت تامہ رکھتی ہو نیز اس شرط کے ساتھ کہ وہ احادیث قرآن سے مطابقت نہ رکھتی ہوں اور ان کا بیان صحف مطہرہ کے بیان کے مخالف ہو کیونکہ اس حکم کی وحی ایک تر و تازہ پھل ہے جو شجرہ یقینیہ سے چنا گیا ہے پس جس نے اس موعود امام کی وحی قبول نہ کی اور اسے ان روایات کی خاطر جو محسوس اور مشہود کا مقام نہیں رکھتیں پرے پھینک دیا تو ایسا شخص یقینا کھلی کھلی گمراہی میں پڑا اور جاہلیت کی موت مرا اس نے شک کو یقین پر ترجیح دی اور وہ بارگاہ الٰہی سے مردود ہوا۔ پھر اگر بہر طور روایات کا قبول کرنا ہی واجب ٹھہرا تو اس شخص کی کیا حیثیت ہے جس کو اللہ ذوالجلال کی طرف سے حکم قرار دیا جائے؟۔)

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب تذکرۃ الشہادتین میں اپنے خود ساختہ وحی و الہام کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

(یہ اسی وحدہ لاشریک خدا کا کلام ہے جس کا کلام قرآن شریف ہے اور میں اس جگہ توریت اور انجیل کا نام نہیں لیتا کیونکہ کیونکہ توریت اور انجیل تحریف کرنے والوں کے ہاتھوں سے اس قدر محرف و مبدل ہو گئی ہیں کہ اب ان کتابوں کو خدا کا

---

[49] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (I'jāz Aḥmadī)* (India: Islam International Publications, Qadian, 1429 AH/2008), 19:140.
[50] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Tuḥfa Gulāṛwiyya)*, 17:51.
[51] Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Mawāhib ar-Raḥmān)* (India: Islam International Publications, Qadian, 1429 AH/2008), 19:288.

کلام نہیں کہہ سکتے غرض وہ خدا کی وحی جو میرے پر نازل ہوئی ایسی یقینی اور قطعی ہے کہ جس کے ذریعے سے میں نے خدا کو پایا۔)[52]

مرزا قادیانی کا بڑا بیٹا اور قادیانیوں کا دوسرا خلیفہ بشیر الدین محمود کہتا ہے کہ:

(یہی وجہ ہے کہ اب کوئی قرآن نہیں سوائے اس قرآن کے جو حضرت مسیح موعود نے پیش کیا اور کوئی حدیث نہیں سوائے اس حدیث کے جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں نظر آئے اور کوئی نبی نہیں سوائے اس کے جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں دکھائی دے اسی طرح رسول کریم ﷺ کا وجود اسی ذریعہ سے نظر آئے گا کہ حضرت مسیح موعود کی روشنی میں دیکھا جائے۔ اگر کوئی چاہے کہ آپ (مرزا قادیانی) سے علیحدہ ہو کر کچھ دیکھ سکے تو اسے کچھ نظر نہ آئے گا۔ ایسی صورت میں اگر کوئی قرآن کو بھی دیکھے گا تو وہ اس کے لئے یھدی من یشاء والا قرآن نہ ہو گا بلکہ۔ من یضل من یشاء والا قرآن ہو گا۔ جیسا کہ مولویوں کے لیے ہو رہا ہے لیکن جب حضرت مسیح موعود کے بتائے ہوئے معنی اور گروں کے ذریعے دیکھے گا تو قرآن کو بالکل نئی کتاب پائے گا جو عقل کو صاف کرنے والی روحانیت کو تیز کرنے والی اور خدا تعالی کا جلال دکھانے والی ہو گی وجہ یہ۔ ہے کہ جو لوگ خدا کے نبی کی دی ہوئی عینک سے دیکھتے ہیں ان کے مقابلہ میں دنیا کے علوم حیض کے چیتھڑوں سے بھی کم حیثیت رکھتے ہیں اسی طرح اگر حدیث کو اپنے طور پر پڑھیں گے تو وہ مداری کے پٹارے سے زیادہ وقعت نہ رکھیں گی۔ حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے حدیث کی کتابوں کی مثال تو مداری کے پٹارے کی ہے۔)[53]

خلاصہ بحث:

مرزا غلام احمد قادیانی کا نظریۂ حدیث ایک متنازعہ اور متغیر موضوع ہے، جس میں انہوں نے مختلف اوقات میں مختلف مؤقف اختیار کیے۔ ان کے نظریات کا خلاصہ درج ذیل ہے:

مرزا قادیانی نے اپنی تحریروں میں واضح کیا کہ وہ قرآن کو تمام دینی مسائل کا قطعی اور محفوظ ماخذ سمجھتے ہیں، اور حدیث کو اس کے تابع قرار دیتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے حدیث کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا:

* صحیح حدیث: جو قرآن اور عقل کے مطابق ہو۔
* ضعیف یا مشکوک حدیث: جس کی سند کمزور ہو یا مضمون عقل و وحی کے خلاف ہو۔
* من گھڑت حدیث: جو قرآن یا عقل سے کھلی مخالفت رکھتی ہو۔

مرزا قادیانی نے اپنی وحی کو بھی حدیث کی طرح اہمیت دی اور اسے قرآن کے ہم پلہ قرار دیا۔ مرزا قادیانی نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ ایک نبی کو حدیث کے ذخیرہ میں سے جو چاہے قبول کرنے اور جو چاہے رد کرنے کا اختیار ہے۔ مرزا قادیانی نے حدیث اور سنت میں فرق کیا اور کہا کہ اصل سنت وہ ہے جس پر نبی ﷺ نے عمل کیا ہو، چاہے وہ پچھلے انبیاء کا عمل رہا ہو یا نہ رہا ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

[52]Qādiyānī, Ghulām Aḥmad, *Rūḥānī Khazā'in (Tadhkirat ash-Shahādatayn)* (India: Islam International Publications, Qadian, 1429 AH/2008), 20:4.

[53] Qādiyānī, Bashīr ad-Dīn Maḥmūd, *Khuṭbāt Maḥmūd* (Qadian, 4 July 1924), 8:56.

Bibliography/کتابیات

* Al-ʻAynī, Badr ad-Dīn Abū Muḥammad Maḥmūd. *ʻUmdat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyya, 1421 AH/2001.
* Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʻīl. *Al-Jāmiʻ aṣ-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Dimashq: Dār Ṭawq an-Najāḥ, 1422 AH.
* At-Tirmidhī, Abū ʻĪsā Muḥammad ibn ʻĪsā. *Sunan at-Tirmidhī*. Bayrūt: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1419 AH/1998.
* Baṭṭālawī, Muḥammad Ḥusayn, *Risāla ʻIshāʻat al-Sunna* ʻĀlamīn bi al-Ḥadīth Lafẓ Ghayr Muqallid yā Lā Madhhab (Lāhawr: Dār al-Ishāʻat, 1888 CE).
* Ibn Manẓūr, Afrīqī. *Lisān al-ʻArab*. Bayrūt: Dār aṣ-Ṣādir, 1375 AH/1956.
* Ibn Taymiyya, Aḥmad ibn ʻAbd al-Ḥalīm. *Al-Jawāb aṣ-Ṣaḥīḥ liman Baddal Dīn al-Masīḥ*. As-Saʻūdiyya: Dār al-ʻĀṣima, 1419 AH/1999.
* Qādiyānī, Ghulām Aḥmad. *Rūḥānī Khazāʼin*. India: Islam International Publications, Qadian, 1429 AH/2008.
* Qādiyānī, Mīr Qāsim ʻAlī. *Majmūʻa Ishtihārāt (Tablīgh Risālat)*. India: Ḍiyāʼ as-Salām Press, Qadian, 1424 AH/2003.